ابوسلمان شاہجہانپوری

ریشمی خطوط

(تیسری قسط)

اوپر کی سطروں میں دفعہ ۳ کے آخری جملوں میں قاضی ضیاء الدین اور دلّی کے احمد علی کا نام آیا ہے۔ قاضی صاحب اس تحریک کی ایک معروف شخصیت ہیں اور دلی کے احمد علی سے مراد مولانا احمد علی لاہوری ہیں جو ان دنوں دلی کے نظارۃ المعارف القرآنیہ میں ناظم اور مولانا عبیداللہ سندھی کے قائم مقام تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے نقش حیات میں ان کے بارے میں لکھا ہے:-

"حضرت شیخ الہند کی تحریک آزادی کی پانچویں برانچ جو کہ پنجاب میں تھی، موصوف اس کے صدر تھے۔ نہایت استقلال اور بے جگری کے ساتھ مشن کے کاروبار میں شریک رہے اور ہزاروں کو ممبر اور ہم خیال بنایا۔ دیوبند میں ان کی آمد و رفت بارہا ہوئی۔ ایام دارو گیر میں ان کو بھی گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ ابتدا میں ان پر کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا اور نہ آپ نے اقرار کیا لیکن جب کاغذات گورنمنٹ کے ہاتھ آ گئے اور سی آئی ڈی نے ان کو دکھلائے تو ان کی باتوں میں آ کر اقرار کرنے اور

آئندہ سیاست سے علیحدہ رہنے کا وعدہ کرنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ ان کو رہا کر دیا گیا اور یہی مولانا احمداللہ صاحب کے اقرار کا ذریعہ بنائے گئے اس کے بعد انہوں نے سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ لاہور میں ایک موٹر سے ٹکرا کر زخمی ہو کر انتقال فرما گئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ"۔
ان کے صاحب زادے ڈاکٹر عبدالقوی لقمان صاحب اور صاحبزادی زوجہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ لاہور میں موجود ہیں۔

ریشمی خط نمبر ۲

یہ خط مولانا محمد میاں انصاری کی طرف سے ہے اس کے مکتوب الیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیو بندی ہیں۔

از کابل

۸؍ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

روز ابتدا

وسیلۂ یومی وغدی حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی

آداب و نیاز مسنونہ

جدہ کے بعد کا حال یہ ہے[1] بمبئی بہ آرام و بے خطر پہنچے۔ بندر پر اسباب کی تلاشی میں خدام سے دانستہ اغماض برتا گیا۔ فللہ الحمد۔ مولانا مرتضیٰ صاحب کام کرنا ممکن خیال کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو کام میں نہیں لیا گیا[2] مولوی ظہور صاحب[3] بمبئی استقبال کو پہنچے تھے اور محمد حسین راندیری[4] سے۔ راندیر میں تحریک چندہ صرف سید صاحب کے خلاف سے ناکام رہی[5] راندیر خطیب مکر رجانے والے تھے[6] نہ معلوم کیا ہوا قاضی صاحب نے بعد ملاحظہ والا نامہ

سر پرستی قبول فرمائی جماعت پر اعتماد بحال رکھ کر کام کرنے کی اجازت دی اس کام کو باضابطہ کرنے کے لئے ایک سال رخصت لینے کا قصد فرما رہے ہیں[7] جماعت کے ہر سہ ممبر سرفروشی کر رہے ہیں[8] مطلوب الگ ہوگیا[9] سید نور مست[10] مولانا رائے والے متفق و معاون ہیں[11] حکیم صاحب[12] پچاس روپے ماہوار مکان پر جاکر خود دیتے ہیں اور درمیان میں بھی ایک دو بار جاتے رہتے ہیں۔ اور گاہ بگاہ ڈاکٹر صاحب بھی[13] حنیف کو[14] جماعت دس روپے جیب خرچ دیتی ہے[15] وہ مکان ہی پر ہیں مدرسہ نے اس سے کوئی ہمدردی نہیں کی۔ مالکان مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں[16] نمائش کے دربار میں شرکت کا فخر بھی حاصل ہونے لگا[17]

امیر شاہ[18] مولانا عبد الرحیم صاحب کے دستی ذاتی کام کے لئے پڑا ہے۔ مولانا مدرسہ سے مرعوب ہیں مگر خدام کی صفائی فرماتے رہتے ہیں۔ مولوی رام پوری[19] نے بھی تائید سے کنارہ کیا مستو[20] بھی شکار ہوگیا۔

بندہ[21] حسرت[22] و آزاد[23] سے ملا دونوں بیکار ہوچکے ہیں۔ کیونکہ بندہ کا لوٹنا ہفتہ تک ممکن نہ تھا۔ اس لئے آگے بڑھا[24] غالب نامہ[25] احباب ہند[26] کو دکھا کر حضرات یاغستان کے پاس لایا حاجی بھی اب ہمنبد میں ہیں[28]۔

مہاجرین نے ہمنبد، باجوڑ، صوات، بنیر وغیرہ علاقوں میں آگ لگا رکھی ہے ان علاقوں میں غالب نامہ کی اشاعت کا خاص اثر ہوا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حسب وعدۂ غالب مصالحت کے وقت یاغستان کی خدمت کا خیال رکھا جائے[29] ضعف جماعت ہند (کی وجہ) سے مہاجرین کو کافی امداد نہیں پہنچ سکی[30] بندہ یاغستان (میں) ایک ماہ قیام کرکے وفد مہاجرین کے ساتھ کابل پہنچا[31] مولانا سیف جماعت سے الگ ہوکر یہاں مقیم ہیں۔ ان کے لئے دولت کی طرف سے کام کی تجویز ہو رہی ہے[32] اعضائے وفد[33] فضلین و عبد العزیز ہیں[34] مولانا الناظم کی توجہات و حاجی عبد الرزاق[35] صاحب کی عنایات سے وفد کو دربار نصر اللہ تیں[36] رسائی کی ابتدائی کامیابی بھی ہوئی۔ بندہ ان سے الگ باریاب ہوا۔ حضور کے زیر اثر کام اور اس کے اصول کی تفصیل کی گئی۔ خاص قبولیت ہوئی۔ الحمد للہ اور انشاء اللہ اس ذیل میں حاضر خدمت ہوں گا۔

یہاں کا یہ حال ہے۔ یہاں فتاوی[39] و سفرائے ترک و جرمن پہنچے۔ ان کا اعزاز پورا ہوا لیکن مقصد میں ناکام رہے۔ وجہ یہ ہے کہ ترکی کا فرض تھا کہ ایام ناطر فداری میں ایران و افغانستان سے ان کی ضروریات معلوم کرتا اس کے پورا کرنے کی سبیل کرتا اور حسب احوال معاہدۂ دوستی کرتا افغانستان نہ بڑی جنگ میں شرکت کا سامان رکھتا ہے اور نہ کوئی بڑی دولت اس کے نقصان کی تلافی کی ذمہ دار ہے اس لئے شریک حرب نہیں ہوسکتا۔ اگر ضروری افسران، انجنیران، اسلحہ، روپیہ دیا جائے اور بصورت غلبۂ کفر عصمت و اعانت کا عہد نامہ کیا جائے تو شرکت کے لئے تیار ہیں[40] با ایں ہمہ سردار نائب السلطنت، عام سرحدی وزیر، آفریدی، مہمند، باجوڑ، صوات بنیر، چکیسر، غوربند، کرناہ، کوہستان، دیر، چترال وغیرہ میں اپنا اثر منظم کرنے اور ان سے وکلا طلب کرکے عہد شرکت بصورت جنگ لے رہے ہیں یہ کام ایک حد تک ہوچکا ہے[41] سفراء جرمن واپس اور ترک مقیم ہیں۔ مگر بے کار۔ تعجب ہے کہ سفرا خالی ہاتھ آئے حتیٰ کہ کوئی کافی سند سفارت بھی نہ لائے۔ ایسی صورت میں کیا ہوسکتا ہے[42]۔ مولانا الناظم باعافیت ہیں دولت[43] میں ایک حد تک اعتماد ہے انگریز ان کو یہاں جاسوس ثابت کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں جن کا کچھ نہ کچھ اثر بھی ہوتا ہے مگر الحمد للہ کہ ان کو اب تک پوری کامیابی نہیں ہوئی[44]

مہاجرین طلباء[45] انگریزی اور بعض سکھ بھی[46] اب یہاں حاجی عبدالرزاق صاحب کی مدد و نائب کی مہربانی سے آزاد ہیں اور مولانا الناظم کی زیر سرپرستی دیے گئے ہیں مصارف بذمہ دولت ہیں۔ کوئی سرکاری کام ان کے ذمہ نہیں ہے۔ البتہ مولانا کے خاص کاموں میں بہ ایمائے نائب السلطنت دست و بازو ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

ایک جمعیت ہندوستان آزاد کرانے والی یہاں قائم ہوئی ہے[47] اس کا صدر ایک ہندی راجہ[48] مقیم کابل ہے جو کہ سلطان المعظم[49] اور قیصر جرمنی[50] کے اعتماد نامہ کے ساتھ یہاں پہنچا ہے۔ ناظم صاحب و مولوی برکت اللہ[51] اسی جماعت کے وزرا ہیں۔ اس جماعت نے ہندوستان میں مراکز و دیگر دول سے معاہدات کرنے کے لئے حرکت کی ہے۔ جس میں ابتدائی کامیابی ہوئی ہے۔ اس کام میں عضو متحرک طلباء ہی ہیں۔ ان میں بعض دربار خلافت ہوکر حاضر خدمت ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری جماعت الجنود الربانیہ (ہے)۔ یہ فوجی اصول پر ایک مخصوص جماعت ہے جس کا مقصد اولیہ سلاطین اسلام میں اعتماد پیدا کرنا ہے۔ اس کا صدر جس کا نام فوجی قاعدہ سے جنرل یا القائد ہے حضور کو قرار دیا گیا ہے اور مرکز اصلی مدینہ منورہ[53]۔ اس لئے خیال ہے کہ حضور مدینہ منورہ میں رہ کر خلافت علیا سے افغانستان و ایران کے ساتھ معاہدے کی سعی فرمائیں[54]۔ اور افغانستان کے متعلق یاغستان کے متعلق تجویز کو خدام تک پہنچا دینا کافی خیال فرمائیں[55]

افغانستان شرکت جنگ کے لئے امور مذکورہ بالا کا طالب ہے جیسے اولیاء دولت عثمانیہ و خلافت ثانیہ تک پہنچانے کی جلد سے جلد تدبیر کیجئے کیونکہ ہندوستان میں کفر پر کاری ضرب لگانے کی یہی ایک صورت ہے۔ اہل مدرسہ[56] مولوی محسن اور سید نور کے ذریعے سے حضور کو ہند میں لانے کی سعی میں ہیں۔ کیونکہ اب یہ معلوم ہوا ہے کہ حجاز میں بھی کام ہو سکتا ہے ادھر انگریزوں میں پہلی سی عزت بوجہ عدم ضرورت اب نہیں رہی۔

قاضی صاحب، حکیم صاحب، ڈاکٹر، مولانا رائے[57] والے حضور کی مراجعت ہند کے سخت مخالف ہیں۔ خطرہ بوجہ قصہ غالب[58] کے علم ہونے کے بذریعہ مطلوب اب پہلے سے بہت بڑھ گیا ہے[59] اس لئے ایسی کسی تحریک کو ہرگز ہرگز منظور نہ فرمایا جائے۔

مبلغ عطاء حضور کے مکان پر اور سید نور کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے سپرد کر دیا گیا۔ بندہ حصول قدم بوسی کی سعی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کامیاب ہوں گا۔ مولانا الناظم، مولانا سیف، فضیلین، عبدالعزیز و جملہ مہاجرین طلبہ سلام عرض کرتے ہیں۔ والسلام۔ برادران عزیز واحد مولانا حسین ان کے والد صاحب و برادران و حرمت اللہ واحمد جان صاحبان[63] کی خدمت میں سلام مسنون۔ مدنی خطوط ہند کی ڈاک کے حوالے کر دیئے گئے تھے۔ ڈاکٹر شاہ بخش صاحب[64] کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ و سید[65] ہادی و خدا بخش[66] و حبیب اللہ غازی[67] کو بھی۔

حواشی ریشمی خط نمبر۲

لہ حضرت شیخ الہند نے مکہ مکرمہ کے ترکی گورنر غالب پاشا سے تحریک آزادی میں ان کے تعاون اور اہل ہند کے نام جہاد کی ترغیب کے سلسلے میں جو تحریر حاصل کی تھی اور جو غالب نامہ کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا محمد میاں عرف محمد منصور انصاری اور مولانا محمد مرتضیٰ حسن کے ہاتھ روانہ کی تھی اور جدہ میں ان سے آخری ملاقات کر کے انھیں رخصت کیا تھا۔ بعد کے حالات کے بارے میں حضرت شیخ الہند فکرمند تھے اس لئے یہ خط جدہ کے بعد کے واقعات سے شروع ہوتا ہے غالب نامہ اور دیگر خطوط سی آئی ڈی سے بچ کر ہندوستان پاکستان میں متعلقہ افراد تک پہنچ گئے تو حضرت کو یہ اطلاع پہنچا دی گئی۔

ﮯ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ دیوبند میں مدرس اور تحریک شیخ الہند کے خاص رکن تھے ستمبر ۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ حج کے لئے حجاز گئے تھے۔ فروری ۱۹۱۶ء میں محمد میاں کے ساتھ ہندوستان لوٹے۔ حضرت شیخ الہند نے غالب نامہ اور کچھ خطوط محمد میاں عرف محمد منصور انصاری کے ہاتھ بھیجے تھے حضرت شیخ الہند نے انھیں جدہ پہنچ کر خدا حافظ کہا تھا شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اپنی خود نوشت سوانح "نقش حیات" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند نے جدہ میں جدا ہوتے وقت "مولانا مرتضیٰ حسن کو دیوبند کے مرکز پر کام کرنے کی ہدایات فرمائیں اور بہت سے خفیہ امور سے مطلع فرمایا"۔

ریشمی خطوط سازش کیس میں ان کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے آخر میں شخصیات کے سلسلے میں ان پر مندرجہ ذیل مفصل نوٹ ہے۔

"مولوی مرتضیٰ ... یہ اور مولوی سید مرتضیٰ حسن پسر حکیم بنیا دعلی ساکن چاند پور ضلع بجنور صوبہ جات متحدہ، ایک ہی شخص ہیں۔ دیوبند میں تعلیم پائی اور بعد میں بحیثیت مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں نیز مدرسہ دیوبند میں کام کرتا رہا۔ اس نے طبیب کا کام بھی کیا ہے۔ مولانا محمود حسن کا پکا معتقد اور سازش

جہاد کا سربرآوردہ ممبر ہے۔ دیوبند کے خفیہ مشوروں میں شریک ہوا کرتا تھا
ستمبر ۱۹۱۵ء مولانا محمود حسن کے ساتھ عرب گیا تھا۔ محمد میاں اور دوسرے
لوگوں کے ساتھ فروری ۱۹۱۶ء میں واپس آیا تھا۔ مولانا محمود حسن اسے ساری پارٹی
میں سب سے زیادہ لائق اور چالاک سمجھتے تھے۔ مولانا کے تحت وہ سب سے
بڑا افسر تھا۔ صوبہ جات متحدہ کی سی آئی ڈی نے جب اسے گرفتار کیا تو وہ مرادآباد
کے کسی مدرسہ میں مدرس تھا۔"

لیکن اس ریشمی خط سے جو مولانا محمد میاں عرف محمد منصور انصاری نے حضرت شیخ الہند کو تحریر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ہندوستان پہنچ کر مولانا محمد میاں سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس تحریک سے متفق نہیں اور مزید سرگرمیوں کے خلاف ہیں۔ اس لئے تحریک کے سلسلے میں ان پر مزید کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ لیکن بات اتنی ہی نہیں کہ وہ تحریک سے الگ ہوگئے تھے۔ ان سے بعض کوتاہیاں بھی ہوئیں اور بعض کمزوریاں ظہور میں آئی۔ مفتی عزیز الرحمن نے "تذکرہ شیخ الہند" میں ماسٹر خورشید الحسن مرادآبادی کی روایت بیان کی ہے کہ جس وقت حضرت شیخ الہند ہندوستان تشریف لائے اور مرادآباد تشریف لے گئے۔ وہاں شوکت باغ میں قیام تھا۔ حضرت شیخ الہند باہر بیٹھے ہوئے تھے اور مولانا مرتضیٰ حسن کمرے میں تھے۔ عزیر گل بھی پہنچ گئے انہوں نے مولانا مرتضیٰ حسن سے جاکر کہا:

"حضرت کے ساتھ اور کچھ کرنا ہو تو کرلو۔ یہ آواز حضرت شیخ الہند نے بھی سن لی تو فرمایا حسین احمد عزیر گل سے کہو خاموش رہو۔ تب مولانا عزیر گل نے حضرت مولانا حسین احمد کو گھورتے ہوئے فرمایا۔ تو ہی مجھے چپ رکھتا ہے ورنہ جی میں آتا ہے کہ اس کو قتل کردوں۔ ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مرتضیٰ حسن حکومت کی سی آئی ڈی کا کام کرتے ہیں۔"

ان کے رویے کی تبدیلی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جنود ربانیہ میں انھیں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا۔

۳؎ مولانا ظہور سے مراد سہارنپور کے مولانا ظہور محمد ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے

نقش حیات میں اور مفتی عزیزالرحمٰن نے تذکرہ شیخ الہند میں ان کا ذکر فرمایا ہے نقش حیات میں ہے کہ ظہور محمد خان سہارنپور کے باشندہ حضرت شیخ الہند کے فدائی شاگرد، تحریک کے سرگرم رکن اور ابتدا سے شامل تھے۔ ریشمی رومال سازش کیس کے مدعا علیہم میں شامل تھے استغاثہ کے پیرا نمبر ۵ میں ان پر یہ الزام ہے کہ ظہور محمد روپیہ جمع کرتا تھا اور بیس روپے مہینہ محمد میاں کے گھر والوں کو دیا کرتا تھا۔ مقدمہ سازش میں ماخوذ شخصیات کے تعارف میں مولوی ظہور محمد کے عنوان سے ان کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔

"جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹیننٹ کرنل ہے۔ یہی مولوی ظہور محمد ساکن سہارنپور ہے جو پہلے مدرسہ اسلامیہ انبالہ میں مدرس تھا اور اب عربی مدرسہ (مدرسہ رحمانیہ) رڑکی میں مدرس ہے۔ وہ مولانا محمود حسن کی جہادی سازش کا ایک نہایت پرجوش رکن تھا اور بلاناغہ دیوبند آکر خفیہ مشورہ میں شریک ہوا کرتا تھا مولانا محمود حسن کے سفر عرب کے لئے بجنور، نگینہ اور نواحی علاقہ سے روپیہ جمع کیا تھا۔ اس انتظام کے تحت ظہور محمد نے رڑکی اور گرد و نواح کے دیہات سے جمع شدہ چندہ کی رقم سے مولوی احمد اللہ کی مدد کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے وہاں اس غرض سے سینکڑوں اشخاص کی ایک سوسائٹی قائم کرلی تھی۔ محمد میاں، مرتضیٰ حسن، مولوی سہول وغیرہ کو جب وہ عرب سے لوٹ رہے تھے تو ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے بمبئی گیا تھا۔ مولانا محمود حسن اسے "چپ چپ آدمی" کہا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وہ بڑا گہرا آدمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا بے دھڑک آدمی تھا۔"

مولانا مدنی رح کے بقول تحریک ریشمی رومال کے سلسلے میں گرفتار ہوگئے تھے۔ گونگے بن گئے تھے اور کوئی بیان نہیں دیا۔ دو چار دن سختی کے بعد چھوڑ دیے گئے۔ حضرت شیخ الہند کی واپسی (جون ۱۹۲۰ء) کے بعد چند سال زندہ رہ کر تحریک خلافت کے دوران میں انتقال فرمایا۔

سے محمد حسین ابن حافظ محمد اسمٰعیل راندیر ضلع سوات کے رہنے والے تھے دیوبند میں تعلیم پائی تھی حضرت شیخ الہند کے عقیدتمند تھے۔ ان کے لئے چندہ بھی جمع کیا تھا حضرت کو رخصت کرنے

بمبئی گئے تھے اور محمد میاں کے استقبال کے لئے بھی بمبئی پہنچے تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں مندرجہ ذیل سطریں ان کے حالات میں ہیں:

"شاید یہ وہی حافظ محمد حسین ہے جو راندیر ضلع سورت کے حافظ محمد اسمٰعیل کا لڑکا ہے۔ دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ مولانا محمود حسن کے عرب روانہ ہونے سے قبل ان کی امداد کے لئے کوشش کی کہ کافی روپیہ جمع کر سکے۔ مولانا کو رخصت کرنے کے لئے بمبئی تک گیا۔ اور جب مولانا محمد میاں اور ان کی پارٹی مکہ سے واپس ہوئی تب بھی استقبال کرنے کے لئے یہ بمبئی گیا تھا۔"

سید صاحب کون شخصیت ہیں اور "ان کے خلاف" سے کیا مراد ہے واضح نہیں، یہ اسی زمانے کی کوئی شخصیت ہیں یہ اشارہ سید احمد شہید بریلوی اور ان کے مخالفین کی کسی جماعت کی طرف ہے جس کی مخالف کی بنا پر چندہ جمع نہیں ہو سکا۔ میرا خیال ہے کہ آخری خیال صحیح ہے۔ ریشمی رومال سازش کیس کے استغاثے کے پیرا (۹۱) میں ہے کہ مولوی محمد میاں کو محمد حسین راندیری گئے راندیر میں پتے بتادیئے گئے لیکن کوئی چندہ جمع نہیں کیا گیا۔

لہ خطیب سے مراد مولوی محمد مبین خطیب ہیں۔ حاجی محمد مومن کے بیٹے اور دیوبند کے باشندے، عید گاہ دیوبند کے قدیمی امام تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل، مدرسہ اسلامیہ انبالہ میں مدرس اور مسجد اسلامیہ کالج انبالہ میں پیش امام تھے۔ حضرت شیخ الہند کے معتقد اور تحریک کے خاص رکن تھے۔ تحریک کی مالی ضروریات کے لئے چندہ جمع کرتے تھے۔

ریشمی خطوط سازش کیس کی شخصیات کے ذیل میں ان کے تعارف میں ہے کہ مولانا محمود حسن دیوبندی کے سفر حجاز کے لئے میرٹھ، دلی، راندیر، کلکتہ، رنگون وغیرہ سے رقوم جمع کیں نیز ان کی روانگی سے قبل ستمبر ۱۹۱۵ء میں محمد مبین کو کلکتہ روانہ کیا گیا تاکہ مولانا ابوالکلام آزاد کو مولانا کی ہجرت کا سبب بتا سکے اور وہاں سے ان کا جواب مولانا کو بمبئی پہنچائے محمد میاں عرف مولوی منصور نے غالب نامہ لے کر کابل روانہ ہونے سے پہلے اس سے انبالہ میں ملاقات کی تھی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے نقش حیات میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الہند سے ہمیشہ وابستہ اور ان کے مشن کے ممبر رہے حضرت شیخ الہند نے ان کو بار بار مالی امداد کے لئے برہما، رنگون وغیرہ بھیجا۔

جس کو نہایت رازداری کے ساتھ باحسن وجوہ انہوں نے انجام دیا۔ تحریک کے سلسلے میں گرفتار ہو گئے تھے اور افسروں نے نہایت سختیاں بھی کیں مگر وہ نہایت استقلال سے جواب دیتے رہے اور مرعوب نہ ہوئے۔ آج تک حضرت شیخ کے معتقد اور سچے مخلص ہیں۔ چند سال ہوئے دیوبند میں ان کا انتقال ہو گیا۔

؎ قاضی صاحب سے مراد قاضی محمد محی الدین احمد خان مراد آبادی ہیں۔ ان کے والد نواب شیر علی خان بہادر شاہ ظفر کے مصاحب خاص تھے جو اس زمانے میں بھوپال کے قاضی تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے تلمیذ رشید اور حضرت شیخ الہند کے ہم سبق رہے تھے۔ دوستی کے علاوہ تحریک میں رفاقت در کنیت کا تعین بھی تھا۔ بھوپال میں تحریک کے خاص آدمی تھے مالی امداد بھی کرتے تھے۔ ریشمی رومال سازش کیس میں ان کا کئی مقام پر تذکرہ آیا ہے۔ اور اس سے ملازمت سے رخصت کے ارادے کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے۔ سازش کیس کے استغاثے کے پیرا ۴۸ میں آیا ہے کہ محمد میاں نے بھوپال میں قاضی صاحب سے ملاقات کی تھی۔ اس دورے کے کچھ عرصہ بعد مولوی مرتضیٰ حسن کو بھوپال کے قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا۔ کیونکہ محی الدین کا ارادہ ایک سال کی رخصت لینے کا تھا اس سلسلے میں پیرا ۵۱ میں ہے کہ دیگر رقومات کے علاوہ "قاضی محی الدین نے مزید ایک سو روپے دیئے تھے،، تاکہ حضرت شیخ الہند کو بھیجے جائیں۔ سازش کیس کی شخصیات کے انڈکس میں ان کے بارے میں ہے کہ

> "وہ اور مولانا محمود حسن دیوبند میں ہم سبق تھے۔ اس وقت سے ان کے درمیان بڑی گہری دوستی ہے مولانا محمود حسن کی باغیانہ سرگرمیوں سے اس کا بڑا گہرا تعلق تھا اور سازش جہاد کا رکن تھا۔ جب مولانا مکہ روانہ ہوئے تو ان کو رخصت کرنے بمبئی گیا تھا۔"

حضرت مولانا مدنیؒ نے نقش حیات میں حضرت شیخ الہند کی ۱۹۲۰ء میں مالٹا سے واپسی پر بمبئی میں استقبال کرنے والوں میں قاضی صاحب موصوف کا اسم گرامی بھی تحریر کیا ہے۔

؎۸ جماعت کے ہر سہ ممبر سے مراد محمد حسین، محمد مبین خطیب اور قاضی محی الدین ہیں۔

؎۹ مطلوب الرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم اور عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند کے بھائی تھے کانپور میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے۔ سازش کیس میں حضرت شیخ الہند

کا پکا مرید، جہاد کا سرگرم حامی اور دیوبند کے خفیہ جلسوں کا شریک بتایا گیا ہے ستمبر ۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ حجاز کا سفر کیا لیکن بقول شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی وقت کی کمی اور ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے مکہ مکرمہ ہی سے واپس ہو گئے۔ اور نومبر ۱۹۱۵ء میں واپس آگئے بعد میں اپنے بھائیوں کے اثر سے جن میں سازش کیس کی رپورٹ کے مطابق عزیز الرحمن سازش میں شامل نہ تھا اور "حبیب الرحمن کو وفادار سمجھا جا سکتا ہے"۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں ان کے بارے میں یہ نوٹ ہے۔

"مطلوب الرحمن بھائی ہے حبیب الرحمن کا جو مدرسہ دیوبند کے نائب مہتمم ہیں۔ دوسرے بھائی یہ ہیں۔ مفتی عزیز الرحمن، شبیر احمد۔ وہ کانپور کے ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہیں۔ مولانا محمود حسن کا پکا مرید ہے اور جہاد کا سرگرم حامی ہے۔ دیوبند کے خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتا تھا ستمبر ۱۹۱۵ء میں محمود حسن کے ہمراہ عرب گیا اور پہلے ہی جہاز سے یہ معلوم کرنے کے لئے واپس آگیا کہ آیا مولانا کی واپسی کے لئے ہندوستان محفوظ ہے؟ سازشیوں کے تیار شدہ منصوبے کے مطابق مطلوب الرحمن اور محمد میاں عرف منصور کو حجاز سے واپسی پر جہاد کے لئے زبردست کوششیں کرنی تھیں"۔

نمبر ریشمی خطوط سازش کے مقدمہ کے مدعا علیہم میں ایک صاحب رتھیڑی ضلع مظفر نگر کے رئیس سید نور الحسن بھی ہیں سید نور سے یہی صاحب مراد ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنی نے ان صاحب کا مفصل تذکرہ تو نہیں لکھا۔ لیکن تحریک سے ان کی وابستگی، ان کے احساس ذمہ داری، کمال راز داری اور ہوشیاری کا تذکرہ آیا ہے۔ سازش کیس کی شخصیات میں ان الفاظ میں ان کا تذکرہ آیا ہے:

"سید نور یہی شخص رتھیڑی ضلع مظفر نگر (یوپی) کا سید نور الحسن ہے۔ یہ سید ہادی حسن کا چچا ہے۔ امیر آدمی ہے اور مولانا محمود حسن کا پکا مرید ہے۔ جب وہ دیوبند میں تھے تو یہ برابر آتا رہتا تھا۔ سازش کا ایک اہم ممبر ہے مولانا محمود حسن کے مکان پر جو خفیہ مشورے ہوتے تھے۔ ان میں بڑا حصہ لیتا تھا مولانا محمود حسن

نے جب وہ حجاز جا رہے تھے تو اپنی عدم موجودگی میں اسے ہندوستان میں اسلحہ اور ہتھیاروں کا نگراں بنایا تھا ۔ مولانا کے ہمراہ بمبئی تک گیا تھا ۔ مولانا محمود حسن نے انور پاشا، جمال پاشا اور غالب پاشا سے جو فرمان حاصل کئے تھے اور سید ہادی حسن کی نگرانی میں جنھیں ہندوستان بھیجا تھا وہ ڈاکٹر حاجی شاہ بخش کے ذریعے سید نور الحسن کو پہنچائے جاتے تھے ایک شخص احمد مرزا کو ان کا فوٹو لینا تھا اور ان میں سے دو ایک خاص فرمان ہاشم نامی ایلچی کے ذریعے کابل لے جائے جانے تھے ہاشم اس مقصد کے لئے عرب سے آنے والا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے پشاور میں عبدالرحیم (عرف مولوی بشیر) کو دو سو روپے بھیجے تھے ۔"

نلہ [illegible] ادی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے حجاز تشریف لے جانے کے بعد پہلی سی سرگرمی اور جوش باقی نہیں رہا ہوگا ۔ ممکن ہے مولانا مرتضیٰ حسن کے خیالات اور مطلوب الرحمٰن کے رویے سے متاثر ہوئے ہوں "سست" کے لفظ سے اسی عدم جوش و سرگرمی کی طرف اشارہ ہے ۔ اس خط میں آگے بھی ان کا نام آیا ہے ۔

للہ مراد مولانا عبدالرحیم رائے پوری ہیں ۔ خط کے دوسرے پیراگراف میں "عبدالرحیم" ان ہی بزرگ کا اسم سامی آیا ہے، رائے پور ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے ۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ مجاز اور نہایت عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے ۔ ابتدا میں حضرت شیخ الہند نے انہیں تحریک میں نہ شامل کیا تھا اور نہ انھیں اطلاع دی تھی ۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے اسی زمانے میں انھوں نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "حضرت شیخ الہند لوگوں سے بیعت جہاد لیتے ہیں یہ تو بہت خطرناک امر ہے انگریزوں کو اگر خبر ہوگئی تو دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور مسلمانوں کا یہ علمی و دینی مرکز اجاڑ دیا جائے گا۔"

لیکن پھر جب حضرت شیخ الہند کی ان سے تنہائی میں کھل کر گفتگو ہوئی تو وہ شیخ الہند کے بالکل ہم خیال اور متفق ہوگئے اور جب حضرت حجاز تشریف لے جانے لگے تو انہیں اپنا قائم مقام بنایا اور تمام کارکنوں کو ہدایت فرمائی کہ بغیر آپ کی مرضی کے کوئی اہم قدم نہ اٹھائیں ۔ تحریک کے سلسلے میں جب گرفتاریاں

شروع ہوئیں تو سی آئی ڈی نے انھیں بھی پریشان کیا۔ لیکن گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ سازش کیس رپورٹ میں ہے کہ یہ رائے پور ضلع سہارنپور (یوپی) کے مولوی عبدالرحیم ہیں جو مولانا رائے پوری کے نام سے مشہور ہیں یہ مولانا محمود حسن کی جہاد کی اسکیموں میں شامل تھے لیکن حضرت کی ہندوستان سے ہجرت کے سخت خلاف تھے یہ دیوبند کے مدرسہ کی کمیٹی میں بھی شامل ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت رائے پوری تحریک کے لئے چندہ جمع کرکے مولوی احمداللہ پانی پتی کو بھجوادیتے تھے۔ اس طرح سازش کیس اندراجات سے بھی تحریک شیخ الہند سے اتفاق اور اس کی معاونت کی تائید ہوتی ہے۔

۱۳؎ حکیم صاحب کا لفظ حکیم عبدالرزاق کے لئے آیا ہے۔ حکیم صاحب مرحوم قصبہ یوسف پور ضلع غازی پور کے باشندے تھے والد کا نام میاں محمد عرف عبدالرحمٰن انصاری تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ سے خاص نسبت ارادت رکھتے تھے حضرت کی تحریک کے خاص رکن تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے حجاز تشریف لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو سفر کا تمام انتظام اور مصارف کا اہتمام حکیم صاحب نے فرمایا اور حضرت کی روانگی کے وقت بہ نفس نفیس بمبئی تشریف لے گئے اور حضرت کے حجاز پہنچنے کے بعد بھی مصارف کے لئے روپیہ بھیجتے رہے اور حضرت کے اہل خانہ کی ضروریات زندگی کے لئے دیوبند میں پچاس روپے ماہانہ خود جاکر دیتے تھے اور یہ سلسلہ حضرت کے زمانۂ اسارت مالٹا میں جاری رہا۔ دیگر ضروریات مثلاً تعمیر و مرمت مکان وغیرہ کے لئے وقتاً فوقتاً الگ رقم عنایت فرماتے رہتے تھے۔ مالی امداد کے علاوہ مہینے میں ایک دوبار دیوبند جاکر خیریت دریافت فرماتے اور اہل خانہ کو تسلی و دلاسہ دیتے رہتے تھے۔ ان کے ایثار سے تحریک کے دوسرے ارکان بھی مستفید ہوتے تھے۔ ایام دار و گیر میں انہیں بھی انگریزی حکام نے بلایا اور پوچھ گچھ کی۔ لیکن حضرت شیخ الہند اور ان کے اہل خانہ کی مالی امداد کے سوا تحریک سے کوئی خاص تعلق ثابت نہیں کیا جاسکا۔ اور حضرت کی مالی امداد کے جرم کو انھوں نے پوری استقامت کے ساتھ قبول کیا اور صاف صاف کہدیا کہ حضرت شیخ الہند ان کے دینی مرشد اور مذہبی پیشوا ہیں اسی تعلق سے وہ ان کی مالی امداد کرتے ہیں اگر حضرت حکومت کے باغی ہوں تب بھی وہ ان کی مالی امداد اور

ان کے اہل خانہ کی خبر گیری سے باز نہیں رہ سکتے اگر حکومت انہیں اس سلسلے میں کوئی سزا دینا چاہتی ہے تو وہ اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن انگریزی حکومت نے محض اس بنا پر ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کرنا مناسب خیال نہ کیا اور انھیں چھوڑ دیا۔

ہندو پاکستان میں سازش کا راز فاش ہوا اور دار و گیر کا ہنگامہ برپا ہوا تو مولوی محمد مسعود کو فوراً حجاز روانہ کیا کہ حضرت کو یہاں کے حالات سے باخبر کیا جائے اور ان کے ہاتھ حضرت کے لئے ایک خاص رقم بھی روانہ کی۔ ریشمی رومال سازش کیس میں کئی جگہ ان کا نام آیا ہے اور حکیم صاحب کی سیرت کو اس پہلو اور ان کے بذل ایثار کا ثبوت ملتا ہے۔ پہلی بار سینٹرل انیٹلی جنس کے ڈائرکٹر کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے ان چند لوگوں میں سے تھے جو حضرت شیخ الہند کی تحریک کے حالات سے واقف تھے۔ دوسری جگہ استغاثہ کے پیرا نمبر ۵۱ میں حضرت شیخ الہند کی مالی امداد اور ان کے گھر والوں کی کفالت کے سلسلے میں ان کا نام آیا ہے کہ مولانا محمود حسن کے گھر والوں کی خبر گیری عبدالرزاق انصاری کیا کرتے تھے اور متفرق اخراجات پورے کرتے تھے۔ انھوں نے دو ہزار چھ سو روپے مولاناؒ کے مکان کی توسیع کے لئے دیئے تھے اور مولوی محمد مسعود کو ایک ہزار چار سو روپے دے کر مولاناؒ کے پاس حجاز بھیجا تھا۔ سازش کیس سے متعلق شخصیات کے ضمن میں بھی حکیم صاحب پر ایک مفصل نوٹ ہے اس میں کہا گیا ہے:

> "حکیم عبدالرزاق پسر جان محمد عرف عبدالرحمٰن انصاری باشندہ غازی پور صوبہ جات متحدہ۔ دلی کے ڈاکٹر انصاری کا بھائی اور مشہور حکیم ہے۔ حیدر آباد دکن میں برسوں طبابت کی ہے۔ مولانا محمود حسن کا پکا مرید ہے۔ ان کو ہجرت پر اکسانے والے خاص لوگوں میں سے ہے۔ مولاناؒ کے سفر عرب کے تمام انتظامات کئے اور انھیں رخصت کرنے بمبئی تک گیا۔ محمود حسن کے کنبہ کے مصارف کے لیے پچاس روپے ماہانہ دے رہا ہے۔ بلاشبہ سازش کا ایک رکن تھا۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۱۶ء کو اس نے مولوی محمد مسعود کو حجاز روانہ کیا تاکہ مولانا محمود حسن کو متنبہ کر دے کہ وہ ہندوستان نہ آئیں اور انہیں اس ملک میں سازش کی بیش رفت سے آگاہ کر دے۔ عبیداللہ (سندھی) نے حضرت مولانا

کو جس خط میں جدہ کے بعد کے واقعات بیان کئے ہیں اس میں "حکیم صاحب" کے الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے ۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں 'لیفٹیننٹ جنرل ہے"۔

۱۳ ڈاکٹر صاحب سے مراد ڈاکٹر انصاری ہیں ۔ خلافت، ترک موالات، کانگرس، جمعیتہ العلماء اور ریشمی خطوط کی تحریکات کے سلسلے میں جہاں کہیں بھی ڈاکٹر صاحب یا ڈاکٹر انصاری کا نام آتا ہے تو اس سے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی شخصیت گرامی مقصود ہوتی ہے غازی پور (یوپی) کے قصبہ یوسف پور کے حاجی محمد عرف عبدالرحمٰن انصاری کے تین بیٹے تھے اور تینوں فیروز بخت اور عظیم و نامور ہوئے ۔ بڑے حکیم عبدالوہاب تھے جو عرف عام میں حکیم نابینا کے نام سے مشہور ہوئے ۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے حدیث پڑھی اور انھیں سے بیعت بھی ہوئے ۔ دہلی میں انتقال ہوا اور ان کی وصیت و خواہش کے مطابق گنگوہ میں ان کے مرشد کے پہلو میں انھیں دفن کیا گیا ۔ حذاقت میں شہرہ آفاق اور حافظہ میں بے نظیر تھے، سیرت اور اخلاق کے محاسن میں بھی ان کا جواب نہ تھا ۔ ان سے چھوٹے بھائی حکیم عبدالرزاق تھے جن کا تذکرہ اس سے پہلے گزر چکا ہے اور سب سے چھوٹے بھائی یہی ڈاکٹر صاحب اور علم و عمل میں یکتائے زمانہ، سیاسی و ملی تحریکات میں دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح مدد کی ۔ حضرت شیخ الہند کی سیاسی تحریک کے خاص رکن تھے ۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ان کا تذکرہ نہ صرف محبت بلکہ عقیدت سے کیا ہے اور ان کی سیرت و خدمات پر روشنی ڈالی ہے انھوں نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر انصاری اگرچہ ظاہری طور پر دیوبند میں آمد و رفت نہیں رکھتے تھے مگر قلبی تعلق حضرت شیخ الہندؒ سے اور ان کی تحریک سے بہت زیادہ ہمیشہ رکھتے رہے اور مالی امداد بہت زیادہ کرتے رہے ۔ ڈاکٹر صاحب گورنمنٹ کے اعلیٰ دفاتر کے کارکنوں کے ذریعے بہت سے راز کے کاموں پر حضرت شیخ الہند اور ان کی تحریک کے متعلق باخبر رہتے تھے ۔ چنانچہ جنگ عمومی کی ابتدا میں جب کہ سیاسی رہنماؤں کی دار و گیر شروع ہوئی تو انھیں کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند کے متعلق سی آئی ڈی کی رپورٹیں بہت سخت ہیں اور عنقریب گرفتار ہو جائیں گے ۔ اس لئے سخت ضرورت ہے کہ جلد از جلد ہندوستان کی سرحد سے

باہر ہو جائیں علاوہ ازیں بہت سے امور وائسرائے کے دفاتر سے ان کے احباب کے ذریعے سے جو کہ سیاسی اور انتظامی امور سے تعلق رکھتے تھے معلوم ہوتے رہے اور جب حضرت شیخ الہند نے حجاز کا ارادہ فرمایا تو انہی نے حضرت کے اور رفقائے خاص کے ٹکٹ وغیرہ کا انتظام اپنے خرچ سے کیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی کا ان سے تعارف حضرت شیخ الہند نے کرایا تھا اور جیسا کہ مولانا سندھی نے تحریر فرمایا ہے کہ ملک کی نوجوان قیادت مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی وغیرہ سے ان کے تعارف کا ذریعہ ڈاکٹر انصاری مرحوم تھے۔ مولانا مدنیؒ نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب حضرت شیخ الہند کے مشن آزادی کی شاخ دہلی کے صدر تھے اور نہایت راز داری اور سرگرمی کے ساتھ کام کرتے تھے ۱۹۱۳ء میں جنگ بلقان کے زمانے میں مسلمانوں کا ایک طبی وفد لے کر ترکی گئے تھے اور جنگی زخمیوں کی بے نظیر خدمات انجام دیں ۱۹۱۸ء میں "انجمن اعانت نظر بندانِ اسلام" آپ کا بہت بڑا کارنامہ اور عظیم خدمت تھی۔ سیاسی جدوجہد میں نہایت سلامت روی کے ساتھ شریک رہے۔ انہی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر کئی بار جیل بھی گئے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے آخری ایام ڈاکٹر صاحب کے معالجہ و تیمارداری میں گزرے انہی کے مکان پر انتقال فرمایا۔

ریشمی خطوط سازش کیس میں متعدد مقامات پر ان کا تذکرہ آیا ہے۔ اور انھیں نہایت خطرناک، ریشمی خطوط سازش کیس میں پوری طرح ملوث اور اتحاد اسلامی کی اسکیموں اور منصوبوں کا اہم اور قوی محرک بتایا ہے۔ پہلی مرتبہ سازش کے انکشاف کے بعد سی آئی ڈی کی رپورٹ میں جہاں وہ گرفتاریوں کا مشورہ دیتی ہے ، وہ اس وقت ڈاکٹر انصاری کے خلاف کارروائی کا مشورہ نہیں دیتی۔ رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہم نے کم از کم ان چند افراد کو اچھی طرح پہچان لیا ہے جو سازشیں کر رہے ہیں اور اپنی قوم کو جدید یا قدیم میدان جنگ میں پیچیدگیاں پیدا ہونے پر گڑبڑ اور مشکلات پیدا کرنے کے لئے اکسا رہے ہیں ان میں سے کچھ لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے یہ وقت اور یہ موقع بہت مناسب ہے ان میں

سے کوئی بھی عوام کی نظروں میں ایسا بڑا آدمی نہیں ان کے خلاف ہماری کاروائی سے کوئی اشتعال یا بڑے پیمانے پر کوئی بےچینی پھیلنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اگر بڑے پیمانے پر کوئی بےچینی پھیلی تو اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہندوستان میں جہاد کا جذبہ اور تحریک اس سے زیادہ پھیل چکی ہے جن کا ہمیں اب تک علم ہے۔"

اس پس منظر اور بصیرت افروز اور دانشمندانہ تبصرے کے بعد رپورٹ کنندہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے استثناء اور ان کی گرفتاری کے بارے میں لکھتا ہے:

" لیکن صرف ایک فرد ایسا ہے جو میری رائے میں اتحاد اسلامی کی اسکیموں اور تمام متعصبانہ منصوبوں کا فی الواقع نہایت اہم اور قوی محرک ہے میرا اشارہ دلی کے ڈاکٹر انصاری کی طرف ہے۔ ان کے بارے میں یوپی کے حکام ہوم ڈیپارٹمنٹ اور میں نے باہم مشورہ کیا ہے اور ہم نے طے کیا ہے کہ فی الحال ہم اس کے خلاف اقدام نہیں کریں گے۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ وہ بہت خطرناک آدمی ہے اور ان معاملات میں بہت اچھی طرح ملوث ہے جو اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ ممکن ہے کہ نسبتاً کم اہم آدمیوں کے خلاف ہماری کاروائی سے ڈاکٹر انصاری کے خلاف زبردست شہادتیں روشنی میں آسکیں"۔

سازش کیس کی شخصیات کے انڈکس میں ان کے بارے میں کہا گیا ہے۔

۱ جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹیننٹ جنرل ہیں۔ جدہ کے بعد کے واقعات بیان کرتے ہوئے عبیداللہ سندھی نے حضرت مولانا کو خط لکھا اس میں ان کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مختار احمد انصاری آف دہلی ۱۹۱۳ء میں جنگ بلقان کے وقت ترکی کو بھیجے جانے والے کل ہند میڈیکل مشن کے لیڈر اور آرگنائزر تھے حکیم عبدالرزاق کے بھائی اور مولانا محمود حسن کے پکے مرید تھے اتحاد اسلامی کے مشہور حامی اور ہندوستان میں سب سے خطرناک ترک نواز مسلمان ہیں۔

۲ دلی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کے مصارف مہیا کرتے ہیں۔

۳۔ خیال ہے کہ ڈاکٹر انصاری صاحب ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے مولانا محمود حسن کو ہندوستان سے ہجرت کرنے پر اکسایا۔

۴۔ مولوی عبداللہ سندھی کابل سے ڈاکٹر انصاری کے لئے دو خط لائے تھے ایک برکت اللہ نے اور دوسرا عبید اللہ نے بھیجا تھا۔

حضرت شیخ الہند سے انھیں محض ایک عالم دین اور سیاسی و ملی رہنما ہونے کی حیثیت ہی میں عقیدت نہ تھی بلکہ حضرت ان کے مرشد طریقت بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب حضرت کے دست حق پرست پر باقاعدہ بیعت ہوئے تھے ۱۹۳۶ء میں ڈاکٹر صاحب دہرہ دون سے بذریعہ ریل دہلی تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے سفر میں انتقال ہوا دہلی میں مدفون ہیں۔

۲۲؎ حنیف سے مراد مولوی حنیف ہیں جو مولوی محمد مسعود کے بھائی اور حضرت شیخ الہند کے بھانجے اور داماد تھے۔ حضرت شیخ الہند کے گھر کا انتظام اور نگرانی انہی کے سپرد تھی۔ ریشمی رومال سازش کیس میں ان کا دو جگہ نام آیا ہے پہلی بار استغاثہ میں کہ مولوی احمد اللہ مولوی محمد حنیف کو دیدیا گیا تھا جو مولانا کا داماد تھا اور جس کو ہدایت کی گئی تھی کہ گھر کی دیکھ بال کرے کیس کے انڈکس میں ان الفاظ میں ان کا ذکر آیا ہے۔

"مولوی محمد حنیف مولانا محمود حسن کا بھانجا اور داماد ہے۔ دیوبند کا مولوی محمد مسعود جسے حکیم عبدالرزاق نے ستمبر ۱۹۱۲ء میں مولانا کو یہ بتانے کے لئے عرب بھیجا تھا کہ وہ ہندوستان نہ آئیں، اس کا بھائی ہے۔ متھرا کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں ٹیچر ہے۔ مولانا نے مکہ سے روانہ ہوتے وقت گھر کا انتظام اس کے سپرد کر دیا تھا۔"

لیکن اس سے ان کا تحریک سے تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

سازش کیس کے اردو ترجمے میں انھیں حضرت شیخ الہند کا بھتیجا لکھا گیا ہے حالانکہ ڈاکٹر انصاری مرحوم اور مفتی عزیز الرحمن کی روایت کے مطابق وہ حضرت کے بھانجے تھے۔ میرا خیال ہے یہ ترجمے کی غلطی ہے انگریزی NEPHEW کا لفظ آیا ہوگا جو بھانجے اور بھتیجے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۵ء جماعت سے مراد تحریک ریشمی خطوط کے ارکان کا وہ غیر رسمی اجتماع تھا جو حضرت شیخ الہند کے حجاز تشریف لے جانے کے بعد ہندوستان میں رہ گیا تھا۔ جسے ہدایت تھی کہ وہ کوئی اہم قدم حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری کے مشورہ کے بغیر نہ اٹھائے اور عام امور کی انجام دہی کے لئے مولوی احمداللہ پانی پتی کے ہدایت و نگرانی کافی ہے۔ اسی جماعت کے ذمے چندے کی فراہمی اور اس کی تقسیم کا انتظام تھا۔

ریشمی خطوط سازش استغاثے کے پیرا نمبر ۹۴ سے اس جماعت کے بعض ارکان اور حضرت شیخ الہند کی عدم موجودگی میں ہندوستان میں تحریک کے نظام پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس پیرے کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں اس لئے یہاں اس پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیئے؛

"یاد رہے کہ مولانا (محمود حسن) نے دیوبند سے روانہ ہونے سے پہلے ہندوستان میں کام جاری رکھنے کے لئے ہدایات دیں تھیں۔ مولوی حمداللہ کو اپنا نمائندہ اور عرب ہند اور شمالی مغربی سرحد پار میں موجود اراکین سازش کے درمیان رابطہ کا ذریعہ مقرر کر دیا تھا ان ہدایات کی پابندی میں۔ حمداللہ، ظہور محمد اور محمد مبین وقتاً فوقتاً ملاقاتیں کرتے رہتے تھے تاکہ ہندوستان میں کام کی تفصیلات طے کر کے ان کی تنظیم کریں"۔

(مسلسل)